سوال

(722) اجتماعی دعاء کے متعلق ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی حقیقت کیا ہے؟

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

صورت احوال یہ ہے کہ مولانا بشیر الرحمن صاحب نے ''روح عبادت الدعا'' ص:٦، پر لکھا ہے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا فرمایا کرتے تھے) دلیل کے لیے حدیث یہ لکھی ہے:

'عَن عَبدِاللّٰہِ بنِ الزُّبَیرِ أَنَّہٗ رَأٰی رَجُلًا رَافِعًا یَدَیہِ ، یَدعُوا قَبلَ أَن یَفرُغَ مِن صَلٰوتِہٖ ۔ فَلَمَّا فَرَغَ مِنہَا ، قَالَ : اِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ لَم یَکُن یَرفَعُ یَدَیہِ حَتّٰی یَفرُغَ مِن صَلٰوتِہٖ' رجالہ ثقات ۔ تحفۃ الاحوذی (٢٤٥/١) الطبرانی و مجمع الزوائد (١٦٩/١٠) المعجم الکبیر للطبرانی، رقم: ٣٢٤

''حضرت عبدا بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نماز سے فراغت سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہا تھا۔ فارغ ہونے کے بعد اُسے فرمایا: کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے تھے۔'' یہ حدیث بالکل صحیح اور قابلِ عمل ہے۔

(ص:١٣۔١٦) پر فرماتے ہیں: (علم قواعد) گرائمر میں لفظ ''حَتّٰی'' کا عمل یہ ہے، کہ اس لفظ سے پہلے جس طرح کسی چیز کی شدت سے نفی ہوگی (حتی) کے بعد اس طرح اس فعل کا اثبات ہوگا۔ اس کی مثال قرآن مجید میں ہے:

فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ... ٢٣٠ سورۃ التوبۃ

یعنی تیسری طلاق کی صورت میں عورت کسی اور مرد سے نکاح کرنے سے پہلے اپنے خاوند پر حلال نہیں۔

مگر بعد میں حلال ہے۔ یعنی لفظ ''حتی'' سے پہلے جس عمل کی نفی ہوگی حتی کے بعد اس کا اثبات ہوگا۔ یہاں بھی فراغت نماز سے پہلے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے، مگر فراغت کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اٹھاتے تھے... کا مفہوم ہے۔ مغنی اللبیب: ١٣٣/١

(ص:٤٦) پر فرماتے ہیں: 'قَبلَ أَن یَفرُغَ' یعنی فراغت سے پہلے اس نے ہاتھ اٹھائے تھے جس سے تشہد میں ہاتھ اٹھانا سمجھ آرہا ہے۔ یہاں عبدا بن زبیر رضی اللہ عنہ کا انکار، قنوت میں ہاتھ اٹھانا نہیں۔ تشہد میں ہاتھ اٹھانے سے انکار ہے۔''

(ص:٢٣۔٢٤) پر لکھا ہے: ''عبدا بن نافع بن عمیاء کو مجہول قرار دے کر ہی اسے ضعیف کہا گیا ہے۔ مگر امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔ اصولِ حدیث کی رُو سے ابن حبان کی ثقاہت دوسروں کی ہلکی سی تنقید پر قابلِ ترجیح ہے۔ ان کا کہنا کہ ہمیں اس کا علم نہیں۔ یعنی مجہول ہے۔ ابن حبان کے علم کا مقابلہ نہیں کر سکتا، کیوں کہ جان کر، معلوم کرکے، باخبر ہو کر ہی وہ اسے ثقات میں شامل مان رہے ہیں۔ لہٰذا وہ ہلکا سا ضعف بھی ختم ہو گیا ہے۔''

(ص:٢) پر لکھا ہے: ''حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ''بلوغ المرام'' میں مسلکِ محدثین کے ثبوت میں بہت سے مقامات پر ضعیف احادیث سے استدلال نہ کرتے۔'' امام بخاری رحمہ اللہ اپنی مایہ ناز کتاب ''صحیح بخاری میں ضعیف احادیث کو ''ترجمۃ الباب'' میں تائید کے لیے پیش نہ کرتے۔ حق یہ ہے، کہ تمام ''ائمہ ہدیٰ'' نے احادیثِ ضعاف کو معرضِ استدلال میں

دلیل بنایا ہے۔ امام ابن قیم ''اعلام الموقعین'' (۳۱/۱) میں ائمہ کرام کا اجماع نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو!

'لَیسَ المُرادُ بِالضَّعِیفِ عِندَہُ البَاطِل، وَلَا المُنکَرَ بَل الحَدِیثُ الضَّعِیفُ عِندَہُ قَسِیمُ الصَّحِیحِ، وَقِسمٌ مِن اَقسَامِ الحَسَنِ۔'

''ضعیف حدیث سے مراد باطل، منکر، مردود اور قابلِ انکار نہیں ہے۔ بلکہ ضعیف حدیث کا درجہ حسن حدیث جیسا ہے، عمل و قول میں۔''

پھر لکھتے ہیں: 'لَیسَ اَحَدٌ مِنَ الاَئِمَّۃِ اِلَّاھُوَ مُوَافِقُہٗ عَلٰی ہٰذَا الاَصل' ''کوئی بھی اہل حدیث امام اس مسئلہ میں اس بات کا مخالف نہیں ہے۔ سب موافق ہیں۔''

نیز امام ترمذی رحمہ اللہ تو کتاب ''العلل'' میں فرماتے ہیں: 'قَد رَوٰی غَیرُ وَاحِدٍ مِنَ الاَئِمَّۃِ عَنِ الضُّعَفَاءِ' ''یعنی اکثر ائمہ حدیث نے ضعیف لوگوں کی روایات کو بیان کیا ہے۔''

ہاں! اس بات میں بھی کوئی شک نہیں، کہ اگر ضعیف حدیث کے مقابلہ میں صحیح حدیث یا واضح دلیل موجود ہو تو ضعیف حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

(ص:۴۶) پر لکھا ہے: ''کسی ضعیف حدیث کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہوتا، کہ یہ لازماً ناقابلِ عمل ہے... بلکہ یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ دین و شریعت کا کافی حصہ، انہی ضعاف احادیث پر مشتمل ہے۔''

اپیل ہے! کہ آپ براہِ مہربانی اس تحریر کا مدلل جواب عنایت فرمائیں گے۔ شکریہ

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

حافظ نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ نے ''مجمع الزوائد'' میں جو روایت ہذا کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔ یہ بات فی الواقع نفس حدیث کی صحت کو مستلزم نہیں، کیونکہ امکان ہے درمیان سند میں انقطاع ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ صاحب ''المجمع'' پر توثیق رواۃ کے بارے میں کلی اعتماد کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ کتاب ہذا میں ان کے کئی ایک اوہام اہل علم میں معروف ہیں۔ ہمارے ایک فاضل دوست شیخ عاصم اردنی استاذ مدینہ یونیورسٹی نے کتاب ہذا کی تخریج پر پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ لیکن ان کی کاوش ابھی تک سامنے نہیں آسکی۔

جب تک اس حدیث کی اصل سند سامنے نہ آئے، اس وقت تک توقف کرنا چاہیے اور اصل روایت طبرانی میں بروایت محمد بن ابی یحییٰ مروی ہے اور اگر کوئی اس حدیث کی صحت کا دعویدار ہے، تو پہلے اسے اصل سند پیش کرنی چاہیے، تاکہ معیارِ محدثین پر اس کو پرکھا جاسکے۔ ورنہ یہ حدیث بالکل صحیح اور قابلِ عمل ہے کے دعویٰ کی حقیقت، تارِ عنکبوت سے زیادہ نہیں ہوگی۔

بغرضِ تسلیم بھی اس حدیث میں اجتماعی دعا کا ذکر نہیں۔ بلکہ صرف انفرادی دعا کا تذکرہ ہے۔ پھر صحیح روایات میں تصریح ہے کہ فرض نماز سے فراغت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ذکر اذکار کرنا تھا۔ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا نہیں۔ باقی ضعیف حدیث کی حجیت کے بارے میں میرا ایک تفصیلی مضمون جواب در جواب ماہنامہ ''محدث'' لاہور میں ۲۳ صفحات پر مشتمل شائع شدہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے جملہ شکوک و شبہات دُور ہوسکتے ہیں۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ حافظ ثناء اللہ مدنی

کتاب الصلوٰۃ : صفحہ :626

محدث فتویٰ